'RESEARCH JOURNEY' International E- Research Journal
Issue - 291D : Recent Trends in Humanities, Commerce & Management and Science & Technology. Peer Reviewed Journal
E-ISSN : 2348-7143
April : 2022

اردو تحقیق کا تاریخی وتنقیدی جائزہ

ڈاکٹر شیخ آفاق انجم
صدر شعبہ اردو نوتن مراٹھا کالج جلگاؤں

تحقیق عربی زبان کے لفظ حق سے مشتق ہے۔ حق کے معنی ہیں سچ اور تحقیق کے معنی ہیں سچ کی تلاش۔ پروفیسر کلب عابد شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے لفظ تحقیق کی تشریح یوں کی ہے۔۔۔۔۔ ''تحقیق عربی لفظ ہے۔ یہ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ اس کے اصلی حروف ح ق ق ہیں۔ اس کا مطلب ہے۔ حق کو ثابت کرنا یا حق کی طرف پھیرنا۔'' ۱

ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں۔۔۔۔۔ ''تحقیق دراصل تلاش وجستجو کے ذریعے حقائق کو معلوم کرنے اور ان کی تصدیق کا نام ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے آپ سچ اور غلط میں امتیاز کرتے ہیں اور پھر سچ کی مدد سے اپنی منزل کی طرف بڑھتے ہیں۔'' ۲

قاضی عبدالودود کے خیال کے مطابق۔۔۔۔۔ ''تحقیق کسی امر کو اس کی اصل شکل میں دیکھنے کی کوشش ہے۔'' ۳

مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحقیق کا مقصد حقائق کی جستجو اور صداقت تک رسائی ہے۔ انسانی فطرت ہمیشہ حقیقت کی تلاش وتجسس کی خوگر رہی ہے۔ گویا تحقیق انسانی فطرت کا تقاضہ ہے اور انسانیت بھی اس کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچتی۔ تحقیق کے عمل میں کسی خاص موضوع سے متعلق نئے حقائق کی تلاش یا معلوم اور موجودہ حقائق کا دوبارہ جائزہ اور اس کی بازیافت کی جاتی ہے۔ تحقیق ماضی کی گمشدہ کڑیاں دریافت کرتی ہے، تاریخی تسلسل کا اہم فریضہ انجام دیتی ہے اور ادب کو اس کے ارتقاء کی صورت میں مربوط کرتی ہے۔ علاوہ ازیں تحقیق موجود مواد کو مرتب کرتی ہے، اس کا تجزیہ کرتی ہے، اس پر تنقید کرتی ہے اور پھر اس سے ہونے والے نتائج سے آگاہ کرتی ہے۔ ادب میں تحقیق وتلاش ایک انتہائی ضروری عمل ہے۔ یہ ایک ایسا عمل ہے جو فنکار کو اسکی خامیوں اور لغزشوں سے آگاہ کر کے اسکو اصلاح کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ اس عمل میں محقق تاریخ کی بھولی بسری سچائیوں کو از سر نو منظم اور مربوط کرنے کا وہ اہم فریضہ انجام دیتا ہے جس کی بغیر نہ اپنے تہذیبی تشخص کا عرفان حاصل ہو سکتا ہے نہ ہی علوم وفنون کا کارواں نئی جہتوں سے آشنا ہو سکتا ہے۔

اردو میں تحقیق کی روایت بہت زیادہ قدیم نہیں ہے۔ محققین وناقدین کا ایک بڑا طبقہ تذکروں کو تحقیق کا نقش اول قرار دیتا رہا ہے۔ لیکن درحقیقت تذکرہ نگاری محض تعارف نامہ ہے جو تحقیق نگاری کا ایک جزو اور اسکی ایک صورت ہے۔ اس اعتبار سے یہ شعراء کے مطالعے کے ضمن میں بعض بنیادی امور کی واقفیت بہم پہنچا کر اسے آگے بڑھانے میں معاون ہوتا ہے۔ البتہ تذکروں میں شعراء کے ادھورے اور ناقص مطالعے کے باوجود ایک اصولی موقف ضرور اختیار کیا گیا ہے جو شعر وادب کی معروضی انداز میں جانچ پرکھ کی بنیاد ہے اور یہیں سے تحقیق کی ابتدا ہوتی ہے۔ تذکروں نے ہماری ادبی تاریخ کے مطالعے کے نئے دروازے کھولے اور اس کے نتیجے میں اردو ادب میں تحقیق کی رفتار تیز ہوئی۔ حنیف نقوی بھی تذکرے کو تحقیق کی بنیاد قرار دیتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔۔۔۔۔

''تذکرے تاریخ ادب کا ایک جز بھی ہیں اور اسکی بنیاد بھی۔ انھوں نے بلا استثنا تمام مورخین ادب کے لیے تحقیق وتلاش کی ظلمتوں میں چراغ راہ کا کام دیا ہے۔ ان کے متفق علیہ بیانات سے حقائق کے عرفان اور واقعات کی تعبیر میں مدد ملتی ہے اور اختلافی بحث نے ارباب نظر کے ذوق تجسس کو بیدار کر کے تحقیقی شعور کی پرورش اور نشو ونما کے مواقع فراہم کیے ہیں۔ چنانچہ آج بھی کوئی مورخ ان مآخذ کی جانب رجوع کیے بغیر اپنی تاریخ کے مکمل

'RESEARCH JOURNEY' *International E- Research Journal*
Issue - 291D : Recent Trends in Humanities, Commerce & Management and Science & Technology. Peer Reviewed Journal

اور مستند ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔" ۴

اردو شعرا کے تذکروں میں میر تقی میر کے 'نکات الشعرا'، حمید اورنگ آبادی کے 'گلشنِ گفتار'، قائم چاندپوری کے 'مخزن نکات' اور سید فتح علی حسینی گردیزی کے 'تذکرہ ریختہ گویاں' کو سرِ فہرست رکھا جاتا ہے۔ ان تذکروں کی ترتیب کے وقت ان شعرا کا مقصد نہ تو حقائق کی جستجو تھی نہ ہی صداقت تک رسائی۔ لیکن ان تذکروں میں تحقیقی اشارے موجود ہیں۔ سوداؔ اور غالبؔ کے یہاں بھی تحقیق اپنی ابتدائی اور مبہم صورت میں دیکھی جا سکتی ہے۔ غالبؔ کے خطوط اور دیباچوں میں زبان و فن کے جو نکات بیان کیے گئے ہیں اور محاورات کے ضمن میں جو اختلافی مسائل اٹھائے گئے ہیں وہ اُردو میں تحقیق نگاری کے ابتدائی نمونے کہے جا سکتے ہیں۔

اردو تحقیق کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے یورپی مستشرقین کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ واضح رہے کہ معروف فرانسیسی محقق گارساں دتاسی نے سب سے پہلے قدیم اردو تحقیقی کام ۱۸۱۵ء میں شروع کیا اور تقریباً پچاس سال تک اس کام میں منہمک رہے۔ گو کہ ان کا کام فرانسیسی زبان میں ہے مگر اب ترجمہ کے ذریعے اردو میں منتقل ہو کر منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ یہ دتاسی اور دیگر مستشرقین کی کوششوں ہی کا نتیجہ ہے کہ اُردو میں ادبی اور تاریخی تحقیق کی بنیاد پڑی۔ رچرڈ ایلٹک ایک اچھے محقق میں پائی جانے والی خصوصیت کے تعلق سے لکھتا ہے-----

"اچھا محقق ہونے کے لیے اچھا متشکک ہونا ضروری ہے۔" ۵

اس نے تو اپنی ذات کو بھی شک کی نظروں سے دیکھنے کی ہدایت کی ہے۔

بغاوت کے سانحہ نے ملک میں بہت سی نئی تحریکوں کو جنم دیا، جن کے ذریعے نئی ذہنی و فکری تعبیرات سامنے آئیں، مختلف مذہبی عقائد کے مابین تصادم کی صورت حال پیدا ہوئی اور متضاد ذہنی و فکری رویے سامنے آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب نبیؐ کی سیرت اور قرآن کی آیات و معنی پر اعتراضات کیے جا رہے تھے۔ سرسید احمد خاں، محسن الملک اور چراغ علی نے ان اعتراضات کے جواب میں منطقی و علمی دلائل تحریر کیے۔ نتیجہ میں شرح نگاری اور معنی نگاری میں علمی گفتگو کا آغاز ہوا، تحقیقی نقطۂ نظر سامنے آیا اور اصل ماخذ سے رجوع کرنے کا رجحان پیدا ہوا اور اس طرح جدید تحقیق کا آغاز ہوا۔ ڈاکٹر محمد اکمل سرسید احمد خاں کی تحقیقی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں-----

"سرسید احمد خاں نے اُردو میں سب سے پہلے تحقیق کی طرف توجہ دی۔ انہوں نے قدیم متون کی ترتیب و تدوین کر کے اپنا نام اُردو محققین میں شمار کرا لیا۔ جام جم، آثار الصنادید، خطبات احمدیہ، سرسید احمد خاں کی ایسی تصانیف ہیں جن میں تحقیقی رجحانات پائے جاتے ہیں، یہ کتابیں بہت ہی اہم ہیں۔ تاریخ فیروز شاہی، آئینِ اکبری اور تزکِ جہانگیری کے متون کی انہوں نے تصحیح و ترتیب کی۔ یہیں سے تحقیق اور متن ترتیب و تدوین کی شروعات ہوتی ہے۔ سرسید احمد خاں کو تحقیق و جستجو کا بے حد شوق تھا اور یہی شوق اُن کے ساتھیوں میں بھی کہیں نہ کہیں نظر آتا ہے۔" ۶

سرسید کے ہم عصروں میں محسن الملک، چراغ علی اور حالیؔ نے سرسید کے نئے تحقیقی رویے کو تسلیم کیا۔ چراغ علی جو کہ مذہبی مباحث میں سرسید کے حامی تھے اور انگریزی، عبرانی اور سریانی زبانوں سے واقف تھے، انھوں نے عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب ان ہی کی زبان میں دیا اور دوسری طرف مسلمانوں کے مقلدانہ عقائد پر ضرب کی۔ محسن الملک غیر معمولی علمی و تحقیقی صلاحیت کے مالک تھے۔ وہ تعلیمی میدان میں سرسید کے معاون تھے۔ اس عہد میں آزاد، حالی اور شبلی بھی اپنے تحقیقی شعور اور بصیرت کے لیے جانے جاتے ہیں۔ محمد حسین آزاد نے اُردو تذکرہ نگاری و تاریخ کے قریب لا کھڑا کیا۔ انھوں نے 'دربارِ اکبری'، 'سخن دانِ فارس' اور 'آبِ حیات' جیسی تصانیف کی شکل میں اردو تحقیق کو نئی راہیں دکھائیں۔ حالیؔ ایک بلند پایہ شاعر تھے لیکن بطور ناقد اور بطور سوانح نگار بھی انکی حیثیت مسلم ہے۔ حالی نے کئی سوانح حیات لکھی ہیں۔ سوانح حیات لکھتے وقت حالی روایتی اور سُنی سنائی باتوں اور رسمی معلومات پر انحصار نہیں کرتے بلکہ واقعات و حقائق کی تلاش و جستجو اور صحتِ بیان پر پوری توجہ دیتے ہیں۔ شبلیؔ کے یہاں تحقیقی شعور حالیؔ کے مقابلے زیادہ نکھرا ہوا نظر آتا ہے۔ انکے یہاں استقرائی تحقیق کی بعض صورتیں نمایاں ہوتی نظر آتی ہیں۔ 'المامون'، 'الفاروق' اور 'علم الکلام' میں مذہب اور عقل کے باہمی

رشتوں پر بحث ہے۔ 'شعرالعجم' میں شبلی نے مختلف عربی فارسی شعرا، ادبا، تذکرہ نگاروں اور انگریزی مورخین سے استفادہ کیا ہے۔

اُردو میں ادبی تحقیق کا باضابطہ آغاز حافظ محمود شیرانی نے کیا۔ محمود شیرانی جن کا تحقیق و تدوین زندگی بھر شعار رہا وہ پہلے محقق ہیں جنھوں نے تحقیق کے اصول پائیدار بنیادوں پر قائم کیے۔ انھوں نے حوالے درج کرنے میں ذمہ داری سے کام لیا اور مغربی اصولوں کو رواج دیا۔ شیرانی بنیادی طور پر استخراجی محقق ہیں۔ 'تنقیدِ شعرالعجم' کے مطالعے سے انکی تاریخ ادب فارسی پر دسترس، علمی بصیرت اور زبان کے ارتقا پر گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ 'تنقیدِ شعرالعجم' کے علاوہ 'تنقیدِ آبِ حیات' اور 'پنجاب میں اردو' حافظ شیرانی کی معروف تحقیقی تصانیف ہیں۔ ڈاکٹر محی الدین زور نے مغربی ادب و تنقید اور اصولِ تحقیق سے استفادہ کیا ہے اور اردو میں قدیم مخطوطات کی ترتیب و تدوین اور شعرا و ادبا کے حالات کی بازیافت میں ان اصولوں کو برتا ہے۔ 'اردو شہ پارے'، 'اسالیبِ بیان'، 'سید محمد مومن کی سوانح حیات'، 'تذکرہ اردو مخطوطات' اور 'ہندوستانی لسانیات' ڈاکٹر زور کی اہم کتابیں ہیں۔ دکنی ادبیات سے تاریخِ ادبِ اُردو کو جن محققین نے روشناس کرایا ان میں نصیرالدین ہاشمی کا نام قابلِ ذکر ہے۔ ہاشمی نے سابقہ دریافتوں پر نئی تحقیقات کو فوقیت دی۔ اپنی تحقیقی تصنیف 'دکن میں اردو' کے ہر ایڈیشن میں نصیرالدین ہاشمی نے نئی تحقیقات و معلومات کی بنا پر تبدیلیاں کیں۔ 'مدراس میں اردو'، 'دکنی قدیم اردو' ہاشمی کی مشہور تصانیف ہیں۔ حافظ محمود شیرانی کے تحقیقی روایت کے علم برداروں میں ایک اہم نام مسعود حسن رضوی ادیب کا ہے۔ مسعود حسن رضوی کا تحقیقی رویہ معتدل اور متوازن ہے۔ وہ دستیاب ماخذ اور مواد سے استفادہ، دلائل اور سائنٹفک طریقے کے التزام کے ساتھ کرتے ہیں۔ مسعود حسن کی تحقیقی تصانیف کی فہرست طویل ہے۔ جن میں 'اودھ کا شاہی اسٹیج'، 'اودھ کا عوامی اسٹیج' قابلِ ذکر ہیں۔ قاضی عبدالودود کا شمار اُردو کے ممتاز و منفرد محققین میں ہوتا ہے۔ قاضی عبدالودود کو اُردو تحقیق کی دنیا میں سب سے زیادہ محتاط محقق تسلیم کیا جاتا ہے کیونکہ اُردو تحقیق میں احتیاط پسندی اور معقول دلائل کی بنیاد پر نتائج اخذ کرنے کی طرز قاضی عبدالودود نے قائم کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاضی صاحب کے تحقیقی کاموں کو خالص تحقیق کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔ رسالہ 'معاصر'، 'نوائے ادب' اور 'معیار' وغیرہ میں ان کے متعدد تحقیقی مضامین شائع ہوئے۔ ان کے مضامین تحقیق کے رہنما اصول کا درجہ رکھتے ہیں۔ قاضی عبدالودود کی تصنیف کردہ کُتب میں 'شہر آشوب قلق'، 'تذکرہ شعرا مصنفہ ابنِ طوفان'، 'قاطع برہان' اہم ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے تحقیقی مضامین پر مشتمل دو مجموعے 'عیارستان' اور 'اشتر و سوزن' بھی قابلِ ذکر ہیں۔

اُردو کے ان اہم محققین کی وسیع و بسیط تحقیقی خدمات کا احاطہ اس مختصر تذکرے میں ممکن نہیں ہے لیکن اس تذکرے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اُردو میں تحقیق کی روایت کافی متمول اور مستحکم رہی ہے۔ مذکورہ بالا محققین نے اُردو تحقیق کی روایت کو آگے بڑھایا اور اُردو تحقیق کے مروّجہ اُصولوں کی روشنی میں اپنے تحقیقی شعور و بصیرت کو بروئے کار لا کر اُردو ادب کے تحقیقی سرمایہ میں قابلِ قدر اضافہ کیا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ عمادالتحقیق۔ پروفیسر کلب عابد۔ نظامی پریس، لکھنؤ۔ ۱۹۷۸ء۔ (صفحہ ۱۴)

۲۔ نئی تنقید۔ ڈاکٹر جمیل جالبی۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ ۱۹۸۸ء۔ (صفحہ ۲۶)

۳۔ تحقیق کا فن۔ گیان چند جین۔ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دلی۔ ۲۰۰۸ء۔ (صفحہ ۱۹)

۴۔ شعرائے اردو کے تذکرے (تحقیقی مقالہ)۔ پروفیسر حنیف نقوی۔ وکرم یونیورسٹی اجین۔ ۱۹۷۲ء۔ (صفحہ ۲۶)

۵۔ دی آرٹ آف لٹریری ریسرچ۔ رچرڈ ڈی ایلٹک۔ نورٹن اینڈ کمپنی، نیویارک۔ ۱۹۶۳ء۔ (صفحہ ۱۶)

۶۔ آزادی سے قبل اُردو تحقیق۔ ڈاکٹر محمد اکمل۔ ایم۔آر۔ پبلیکیشنز، نئی دہلی۔ ۲۰۱۳ء۔ (صفحہ ۳۳)